احکام صلح سے متعلق شرعی اور وضعی قوانین کا تقابلی جائزہ

Comparative Analysis of Shariʿah and Existing Law Regarding Arbitration

مقالہ نگار: **صفیہ نگین**

پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

معاون مقالہ نگاران: **پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر**

شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

muhammad_tahir@awkum.edu.pk

ڈاکٹر ابظاہر خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

Abstract

The purpose of this article is to bring forth the "Sulḥ" (Compromise/Arbitration/Re-Conciliation) laws in Islamic Jurisprudence and some topics related to these, such as Definition of Sulḥ, its Elements, its Ruling, its Terms and conditions and its implementation, in a perceptible way, and to form a holistic approach towards the understanding of those Articles and Sections of existing law ACT's, such as Civil Procedure Code (CPC) 1908, Code of Criminal Procedure (CRPC) 1898, Pakistan Penal Code (PPC) 1860, The Family Court Act 1964, The Transfer of Property Act (TPA) 1882, The Partnership Act 1932, Contract Act 1872 and Limitation Act 1908, which is in practices in Pakistani Courts in Sulḥ Laws, It is crystal clear that Courts laws of a country serves as backbone for the society. If the Existing law of a country is clear and properly codified, its implementation would be easy for the courts; therefore it has been targeted in this article to compare Islamic law of Sulḥ (Compromise) to the Existing law of Pakistan for Compromise, to highlight the similarities and contrasts between both Islamic and Existing laws.

Keywords: Compromise, Codification, Existing law, PPC, CPC, CRPC, Limitation Act

صلح کی لغوی اور اصطلاحی تعریف

لغت میں "صلح یصلح "سے مصدر صلح، صلاحا، صلوحا بمعنی "ازالة الفساد عن الشئی "یعنی کسی چیز سے فساد کو دور کرنے اور "والشئی کان نافعا اومناسبا" یعنی کسی چیز کا فائدہ مند یا مناسب ہونے کے معنی میں ہیں۔[1] اصطلاح میں الصلح هو عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومة[2] "صلح اس عقد کو کہتے ہے جو نزاع اور آپس کے جھگڑے کو ختم کردے"۔ صلح کرنے والے کو مصالح اور جس چیز سے صلح کی جائے، اس کو مصالح عنہ کہتے ہیں۔

صلح قرآن اور سنت کے تناظر میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ صلح کے بارے میں ارشادِ فرماتے ہیں: انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون۔[3] "تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو"۔ صلح کے بارے میں آپ ﷺ کی حدیث ہے: عن ابی هریرة عن النبی ﷺ کل صلح جائز فیما بین المسلمین الا صلحا احل حراما اوحرم حلالا۔[4] "ہر قسم کا صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے سوائے اس صلح کی جو حرام کو حلال کردے یا حرام کو حلال کردے"۔

مروجہ پاکستانی قوانین میں کوئی ایک قانون ایسا نہیں جو صلح کے لئے خاص ہو، بلکہ ہر معاملے میں صلح سے متعلق مختلف ایکٹس میں دفعات موجودہیں۔ مروجہ قوانین میں صلح کے لیے مصالحت، صلح، کمپرومائز (Compromise)، آربٹریشن (Arbitration)، ری کنسل ایشن (Re-conciliation) اور کمپاونڈنگ (Compounding) وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ نکاح، طلاق، نفقہ اور سکنٰی وغیرہ سے متعلق "دی فیملی کورٹ ایکٹ 1964" میں صلح کے بارے میں دفعات موجود ہیں جب کہ قتل وقصاص اور جروح وغیرہ سے متعلق دفعات "پاکستان پینل کوڈ (PPC) 1860" میں مذکور ہیں۔اسی طرح چوری، ڈاکہ اور غصب وغیرہ سے متعلقہ معاملات میں مصالحت کا ذکر "کریمینل پروسیجر کوڈ (CRPC) 1898" میں کیا گیا ہے۔[5]

ارکان صلح

صلح کے ارکان مطلق ایجاب اور قبول ہیں۔ اگر صلح کرنے والا کہے کہ میں نے تجھ سے اس بات سے اتنے پر صلح کی تو اس کو ایجاب کہتے ہیں اور جس سے صلح کیا جاتا ہے وہ کہے کہ میں نے قبول کرلیا یا میں راضی ہوں یا اور دوسرے ایسے الفاظ استعمال کرے جو قبول اور رضا پر دلالت کرتے ہوں، تو اس کو قبول کہتے ہیں۔[6] صلح میں ایجاب وقبول سے متعلق کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲ میں مذکور ہے:

2. (a) When someone signifies his willingness to another to do or to abstain from doing anything, with a view to obtaining the assent of that other to such act or abstinence, he is said to make a proposal"
(b) When the person to whom the proposal is made signifies his assent thereto, the proposal is said to be accepted. A proposal, when accepted becomes a promise"
(c) The person making the proposal is called "promisor" and the person accepting the proposal is called "promisee".[7]

ترجمہ: اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کسی کام کے کرنے یا اس کام سے اجتناب کرنے سے متعلق اپنی مرضی بتائے تاکہ اس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں اس کی رضامندی حاصل کرے، تو یہی شخص ایجاب کرنے والا کہلائے گا۔اور جس شخص پر ایجاب پیش کیا جاتا ہے اور وہ اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہے تو اس کو ایجاب کا قبول کرنا کہتے ہیں۔ایجاب جب قبول ہو جائے تو وہ عہد اور وعدہ بن جاتا ہے۔ایجاب پیش کرنے والے کو پرومسر "عہد لینے والا" اور ایجاب کو قبول کرنے والے کو پرومسی "عہد قبول کرنے والا" کہتے ہیں۔

صلح کے ارکان میں شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل

وضعی قوانین میں کسی بھی معاملے میں ایجاب و قبول کا تعلق معاہدات (کنٹریکٹس) کے ساتھ ہیں اور مروجہ قوانین میں ہر کنٹریکٹ کے اندر ایجاب و قبول ہوتا ہے اور صلح بھی ایک معاہدہ (کنٹریکٹ) ہے جس کے اندر بھی ایجاب و قبول ہوتا ہے۔لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ارکان صلح میں شرعی اور مروجہ قوانین کے درمیان مماثلت پائی جاتی ہے۔

صلح کا حکم

صلح کا حکم یہ ہے کہ اس کے بدل میں ملک ثابت ہوتی ہے اور مصالح عنہ (جس چیز سے صلح کی گئی ہو)، اس میں بھی ملک ثابت ہوتی ہے۔[8]

صلح کے شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ صلح کرنے والا بالغ اور عاقل ہو۔

صلح کرنے والا شخص عاقل ہو۔پس مجنون کا صلح کرنا صحیح نہیں اور نہ ایسے شخص کی جو عقل نہ رکھتا ہو، یعنی جس کو اپنے نیک و بد کی تمیز نہ ہو، ایسا شخص خود تو صلح نہیں کر سکتا لیکن اس کی طرف سے کوئی اور صلح کرا سکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے۔ اور نابالغ کی طرف سے ہر وہ شخص صلح کرا سکتا ہے جس کو اس کے مال میں تصرف کا اختیار حاصل ہو جیسے نابالغ کا باپ، دادا یا وصی۔[9]

معاہدہ صلح سے متعلق کنٹریکٹ ایکٹ میں لکھا ہے:

Who are competent to contract: (Every person, who is of the age of majority according to the law to which he is subject, and who is of sound mind, is competent to contract).[10]

ترجمہ: کون سا شخص کنٹریکٹ (معاہدے) کا اہل ہے؟۔ہر بالغ اور عاقل شخص کنٹریکٹ کا اہل ہے، جو متعلقہ مروجہ قوانین کے مطابق بالغ ہو۔

۲۔ بعض اوقات عقلی طور پر معذور رہنے والے یا نشہ والے شخص کی صلح جائز ہے۔[11]

چنانچہ کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲ء میں لکھا ہے:

What is a sound mind, for the purposes of contract: "A person is said to be of sound mind, for the purpose of making a contract if, at the time when he makes it, he is capable of understanding it and of forming a rational judgment as to its effect upon his interests. A person, who is usually of unsound mind, but occasionally of sound mind, may make a contract when he is of sound mind".[12]

ترجمہ: کنٹریکٹ کرنے کے لئے عاقل ہونے سے مراد کیا ہے؟۔ایک آدمی کوئی معاہدہ کرنے کے لئے اہل اس وقت سمجھا جائے گا جس وقت وہ کنٹریکٹ کر رہا ہو تو اس معاہدے کو جانچنے کا اہل ہو اور اس کنٹریکٹ کے نفع ونقصان کا عقلی طور پر جائزہ لے سکتا ہو۔ایک شخص جب عموماً ذہنی طور پر معذور ہو اور کبھی کبھی اس کا عقل کام کرتا ہو، تو وہ شخص اس وقت ایک کنٹریکٹ کر سکتا ہے جس وقت اس کا عقل کام کرتا ہو۔

مصالح کے عاقل اور بالغ ہونے میں شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل

مصالح کے عاقل اور بالغ ہونے میں شرعی اور مروجہ دونوں قوانین کے درمیان مطابقت ہے۔دونوں قوانین میں صلح کرنے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اور نابالغ کی طرف سے اس کا باپ، دادا یا وصی صلح کرا سکتا ہے۔جب کہ بعض اوقات عقلی طور پر معذور رہنے والے شخص کے بارے میں شرعی اور وضعی قوانین کے اندر اکثر وجوہ سے مطابقت پایا جاتا ہے۔جس طرح شرعی قوانین میں ایک شخص اگر اکثر اوقات عاقل رہتا ہے اور بعض اوقات عقلی طور پر معذور رہتا ہے، تو وہ شخص صلح کا اہل ہے، اسی طرح وضعی قوانین میں بھی جب ایک شخص عموماً عاقل رہتا ہے تو جس وقت اس کا عقل کام کرتا ہو اس وقت وہ صلح کے معاہدے کا اہل قرار دیا جائے گا۔

۳۔ جس چیز پر صلح ٹھہرائی ہے وہ مالِ متقوم یعنی قیمت دار ہو۔[13]

صُلح ایسی چیز پر ہونی چاہیے جو قیمت رکھتی ہو، اس لئے ایک مسلمان کی طرف سے خنزیر یا شراب پر صلح کرنا جائز نہیں، کیونکہ مسلمان کے لیے یہ قیمت نہیں رکھتی۔اسی طرح اگر کسی مسلمان نے سرکہ پر صلح کی اور پھر دیکھا کہ وہ سرکہ شراب بن گئی ہے تو بھی صلح جائز نہیں۔

۴۔ بدل صلح، صلح کرنے والے کی ملکیت ہو۔

شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس مال پر صلح کی گئی ہو، وہ صلح کرنے والے کی ملکیت ہو۔ پس اگر کسی مال پر صلح کی گئی پھر اس مال پر کسی نے دعویٰ کیا اور وہ مال مدعی علیہ کے ہاتھ سے استحقاق ثابت کر کے لیا گیا تو صلح صحیح نہیں ہو گی۔

۵۔ جن امور میں صلح ٹھہرائی گئی ہو وہ حقوق العباد میں سے ہو، حقوق اللہ میں سے نہ ہو جیسے حد زنا یا حد سرقہ وغیرہ ۔[14]

اگر حدِ زنا یا حد سرقہ یا شرب خمر سے اس طور سے صلح کی کہ ایسے گناہ کے مرتکب شخص کو کسی نے پکڑا اور اس نے اس بات پر صلح کی کہ مجھ سے اس قدر مال لے لو اور مجھے حاکم کے پاس نہ لے جاو، تو یہ صُلح باطل ہے۔

اسی طرح اگر کسی چور نے گھر سے مال چوری کی لیکن ابھی مال گھر سے باہر نہ کیا ہو اور مالک مکان نے اپنے گھر میں چور کو پکڑا، پس چور نے کسی قدر مالِ معلوم پر مالک سے صُلح کر لیا، تو چور پر مال واجب نہ ہو گا اور وہ خصومت سے بری ہو جائے گا۔ اور اگر معاملہ قاضی کے پاس لے جانے کے بعد صلح واقع ہوئی ہو تو اگر لفظ عفو کے ساتھ صُلح کی ہو تو صُلح صحیح نہیں اور اگر لفظ براءت یا ہبہ کے ساتھ سے صُلح کی تو ائمہ احناف کے نزدیک چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اگر وہ چیز جس کی وجہ سے صُلح کی ہو ایسی ہو کہ اس کا عوض لینا جائز نہیں ہوتا، تو اس سے صُلح جائز نہ ہو گی جیسے حدِ قذف، حق شفعہ اور کفالت بالنفس۔[15]

فوجداری قوانین (CPC 1898) کے (Schedule) 02 ، Column-06 میں لکھا ہے:

(Not compoundable) یعنی سرقہ قابل صلح نہیں ہے۔[16]

حد سرقہ، حد زنا اور حد شرب خمر میں شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل

صورت مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں حد سرقہ یا حد زنا یا شرب خمر سے صلح کرنا جائز نہیں، اسی طرح وضعی قوانین میں بھی سرقہ قابل صلح نہیں ہے۔

اگر دو شخصوں کے ایک شخص پر قرضہ ہو اور ایک شخص اپنے حصّہ سے صُلح کر لے تو جائز ہے۔

اگر دو شخصوں کے ایک شخص پر ایک کُر گیہوں قرض ہوں پس ان دو شخصوں میں سے ایک شخص اپنے حصّہ سے دس درہم پر صلح کر لے تو جائز ہے لیکن اپنے شریک کو بھی اس میں سے نصف دے گا۔[17]

مہر و نکاح و خلع و طلاق و نفقہ و سکنی سے صُلح کرنے کے بیان میں

ایک شخص نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی پر نکاح کیا پھر اس سے ایک معین چیز پر صُلح کی تو جائز ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی پر نکاح کیا پھر اس سے ایک معین بکری پر صُلح کی تو جائز ہے اور اگر بکری اُدھار ہو تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر مہر سے کسی کیلی یا وزنی چیز پر صُلح کی پس اگر وہ معین ہو تو جائز ہے اور اگر غیر معین ہو یا اُدھار ہو تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر نقد ہے تو اُسی مجلس میں دے تو جائز ہے اور اگر اُسی مجلس میں نہ دے تو جائز نہیں ہے۔ اور کسی معین خادم پر صُلح کی اور

خادم کے ساتھ کچھ معین درہم زیادہ کیے اور دونوں پر صُلح کی تو جائز ہے۔[18]

دی ویسٹ پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ 1964 کے سیکشن-10 میں لکھا ہے:

(03): (At the pre-trial the court shall ascertain the points at issue between the parties and attempts to effect a compromise, between the parties, if this be possible).[19]

ترجمہ: عدالتی کاروائی سے پہلے، کورٹ فریقین کے درمیان جن مسائل اور نکات میں اختلاف ہے ان کو درج کرے گا اور اگر مصالحت ممکن ہو تو فریقین کے درمیان صلح کی کوشش کرے گا۔

تقابل

صورت مذکورہ میں شرعی اور وضعی دونوں قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے۔فقہ اسلامی میں اگر عائلی معاملات میں اختلاف آجائے جیسے نکاح، نان ونفقہ اور طلاق وغیرہ، تو ان میں صلح کی گنجائش موجود ہے، جب کہ مروجہ قوانین میں بھی شوہر اور بیوی کے درمیان عائلی معاملات میں اختلاف کی صورت میں قاضی ان کے درمیان مصالحت کی کوشش کرے گا۔

اگر بیوی شوہر پر تین طلاق کا دعْوی کرے اور اُس کا شوہر انکار کرے لیکن پھر شوہر بیوی سے چند دراہم پر اس طرح صُلح کر لے کہ وہ اپنے دعْوی سے باز رہے، تو یہ صلح جائز نہیں۔

اگر ایک عورت نے یہ دعْوی کیا کہ شوہر نے مجھے تین طلاق دی ہیں اور اس کا شوہر انکار کرے، پھر بیوی سے سو درہم پر اس لئے صُلح کر لے کہ وہ اپنے دعْوی سے باز رہے، تو یہ صلح صحیح نہیں اور شوہر کو بیوی سے بدل صلح واپس لینا جائز ہے۔اسی طرح ایک یا دو طلاق، یا خلع کا دعْوی کیا، تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[20]

ایک آدمی نے دوسرے شخص کی بیوی پر دعْوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے پھر دونوں نے اس شرط پر صُلح کر لی کہ آدمی مال لے کر اپنے دعْوی سے دستبردار ہو جائے، تو صلح جائز نہیں۔

اگر ایک شخص دوسرے کی بیوی پر دعْوی کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور پھر دونوں اس طور پر صُلح کر لیتے ہیں کہ مدعی مال لے کر اپنے دعْوی سے باز رہے، تو یہ صلح جائز نہیں ہو گی۔امام ابو یوسفؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر کسی عورت نے ایک مرد پر یہ دعْوی کیا کہ میں اس کی بیوی ہوں اور اس کے ذمے میرے مہر کا ایک ہزار درہم ہیں اور مجھ سے یہ لڑکا اس کا بیٹا ہے لیکن مرد نے ان سب دعوؤں سے انکار کیا پھر اُس عورت سے چند دراہم پر اس شرط سے صُلح کر لی کہ وہ مرد کو ان تمام دعوؤں سے بری کر دیں تو اس صلح سے مرد کسی چیز سے بری نہیں ہو گا۔اب اگر عورت اپنے دعْوی کے گواہ پیش کرے گی تو نکاح اور نسب ثابت اور مہر سے صُلح بھی جائز ہو جائے گی اور عورت کو جو دراہم دیئے ہیں وہ دراہم دعْوی سے صُلح میں حساب ہوں گے اور یہ حکم استحسانا ہے۔[21]

اگر شوہر نے بیوی کو ہر مہینے کے نفقہ کا کفیل دیا تو صرف پہلے ایک مہینے کا نفقہ کفیل پر واجب ہو گا۔

شوہر نے اگر عورت کو ہر مہینے کے نفقہ کا کفیل دیا تو کفیل پر صرف پہلے ایک مہینے کا نفقہ واجب ہو گا اور اگر کفیل نے اس طرح کفالت کی کہ جب تک یہ عورت اس کی بیوی ہے یا جب تک میں زندہ رہوں، اس عورت کا نفقہ میرے ذمے ہے تو یہی تصور کیا جائے گا۔ اس بارے میں صاحب مبسوطؒ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر مر گیا اور عورت کا نفقہ شوہر کے ذمے رہ گیا تو میں اس کو باطل کر دوں گا (یعنی کفیل کا ذمہ فارغ ہو گا)۔ بائنہ عورت سے کسی قدر دراہم پر اس کے سکنیٰ پر صلح کر لینا جائز نہیں اس لئے کہ بائنہ عورت کا سکنیٰ شوہر کے ذمے نہیں۔

مضاربت، ہبہ، اجارہ، رہن اور ودیعت سے صلح کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے کسی پر کچھ مال، ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے ہر قسم کی ودیعت سے انکار کیا پھر مدعی سے کسی شئ معلوم پر صلح کی، تو یہ صلح جائز ہے۔

اگر ایک شخص نے کسی پر ودیعت رکھنے کا دعویٰ کیا اور مستودع نے ودیعت سے انکار کیا لیکن پھر کسی چیز پر صلح کر لی، تو صلح جائز ہے۔ اور اگر صاحب مال نے ودیعت کا دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا یا خاموش رہا اور مدعی اس پر مال ودیعت کے تلف کرنے کا دعویٰ کرتا رہا، پھر کسی چیز پر صلح کر لی تو بالاتفاق جائز ہے۔ اسی طرح اگر مودع نے مستودع پر یہ دعویٰ کیا کہ مستودع نے ہی مال ودیعت کو تلف کر دیا ہے اور مستودع، ودیعت کے خود تلف ہو جانے یا مودع کو واپس کر دینے کا دعویٰ کرتا رہے، پھر کسی معلوم چیز پر مدعی سے صلح کر لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ صلح جائز نہیں۔ امام ابو یوسفؒ کا بھی ایک قول اس طرح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اگر مستودع نے مال ودیعت کے تلف ہو جانے یا واپس کر دینے پر قسم کھائی اور اس کے بعد مال ودیعت پر کسی قدر مال سے صلح کر لی تو بالاجماع جائز نہیں۔[22]

فوجداری قوانین (CRPC 1898) شیڈول-02 سیکشن-406 میں دفعہ مذکورہ سے متعلق لکھا ہے:

(Criminal breach of trust, not bailable, not compoundable).[23]

ترجمہ: امانت میں خیانت کرنا، ناقابل ضمانت اور ناقابل صلح جرم ہے۔

تقابل

شرعی اور وضعی دونوں قوانین میں مذکورہ دفعہ کے بارے میں مماثلت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں (مفتٰی بہ قول کے مطابق) مال و دیعت کے دعویٰ سے کسی چیز پر صلح کرنا جائز نہیں اور مروجہ قوانین میں بھی اگر امانت میں خیانت اور اس جیسے دوسرے معاملات میں صلح کی کوشش کی جاتی ہے، تو یہ ناقابل ضمانت جرم ہے اور ناقابل مصالحت بھی۔

اگر ودیعت بعینہ قائم ہو اور ودیعت کے گواہ بھی قائم ہو، اور پھر ودیعت کے جنس سے ہی کم پر اقرار یا انکار کے بعد صلح کر لی، تو صلح جائز نہیں۔

دفعہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ اگرایک شخص نے دوسرے پر تین سو درہم ودیعت دینے کا دعویٰ کیااور ودیعت رکھنے پر گواہ قائم ہواور ودیعت بھی بعینہ موجود ہو۔ پھر مدعیٰ علیہ نے اقرار یاانکار کے بعد مودع سے چند دراہم پر صلح کرلی تو یہ صلح اس لئے جائز نہیں کہ اس صورت میں مودع کا چیز بعینہ موجود ہے اوراس پر گواہ بھی قائم ہے تو پھر اس سے کم چیز یا کسی دوسرے چیز پر صلح کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن اگر مدعی کے پاس ودیعت کے گواہ موجود نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ بھی منکر ہو تو یہ صلح جائز ہے، اور مستودع کا معاملہ عنداللہ ہے اس کے لئے زیادتی کرنا جائز نہیں اور باقی دراہم اس کے لئے حلال نہیں۔ اسی طرح اگر ودیعت کے سو درہم سے کسی سامان وغیرہ پر صلح کرلی، تو جائز ہے اور اگر مدعیٰ علیہ (مستودع) کے انکار کی صورت میں چند دینار پر صلح کرلی تو بھی یہ صلح جائز ہے لیکن بدل صلح پر مجلس میں ہی قبضہ کرنا شرط ہوگا۔[24]

مضارب نے دعویٰ مضاربت سے انکار کیا پھر اس کا اقرار کیا، یا مضاربت کے اقرار کے بعد انکار کیا پھر کسی قدر مال پر مدعی سے صلح کرلیا تو جائز ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ مضارب، رب المال کے مضارب ہونے کا اول انکار کرے لیکن پھر رب المال سے کسی قدر مال پر صلح کرلے، تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر مضارب کا مال مضاربت میں سے کسی پر قرضہ ہواوراس سے قرضہ تاخیر سے دینے پر صلح کی، تو جائز ہے۔ اور اگر مضارب نے قرض خواہ کے ذمے سے کچھ قرضہ کم کردیا، تو بھی جائز ہے لیکن جس قدر قرضہ کم کیا ہے اس قدر مضارب، رب المال کو تاوان دے گا۔ اور اگر کمی مبیع کے عیب کی وجہ سے کردی یا عیب سے کسی قدر دراہم پر صلح کرلیا، تو یہ کمی رب المال پر بھی جائز ہوگی۔[25]

ایک شخص دوسرے پر کسی شئ کے ہبہ کرنے کا دعویٰ کرے اور کہے کہ میں نے اس شئ کو قبضہ کیا تھا اور وہ شئ مدعاعلیہ کے پاس موجود ہو لیکن وہ اس سے انکار کرتا ہو، پھر دونوں اس طور پر صلح کرلے کہ آدھا مدعی کا اور آدھا مدعاعلیہ کا، تو یہ صلح جائز ہے۔

صورت مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مدعی یہ دعویٰ کرے کہ مدعیٰ علیہ نے یہ شئ مجھے ہبہ کی تھی اور میں نے اس شئ پر قبضہ بھی کرلیا تھا پھر دونوں اس بات پر صلح کرلے کہ آدھا مدعی کا اور آدھا مدعیٰ علیہ کا، تو صلح جائز ہے۔ اور اگر صلح کے بعد مدعی نے ہبہ پر گواہ قائم کردیئے تو گواہ مقبول نہ ہوں گے اور نہ مدعیٰ علیہ سے وہ نصف، جو صلح کی صورت میں اس کے حصہ میں آیا ہے، واپس لیا جائے گا۔ اور اگر دونوں نے باہم اس طور پر صلح کی کہ موہوبہ چیز کسی ایک کو ملے اور دوسرا اسے کچھ دراہم دے دے، تو بھی صلح جائز ہے۔ اسی طرح اگر مدعی نے ہبہ کا دعویٰ کیا لیکن خود یہ اقرار کیا کہ ابھی اس نے شئ موہوبہ پر قبضہ نہیں کیا تھا اور پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کرلی کہ موہوب چیز دونوں میں برابر تقسیم ہو، تو یہ صلح باطل ہوگی۔[26]

مدت اجارہ میں اختلاف کے بیان میں۔

جب موجر اور مستاجر کے درمیان مدت اجارہ میں اختلاف آجائے اور پھر دونوں اس بات پر صلح کرلے کہ موجر یا مستاجر جنس اجارہ

میں سے یا کسی اور جنس میں سے کوئی چیز زیادہ کردے، تواب اگر یہ زیادتی معلوم ہو تو صلح جائز ہو گی اور اگر معلوم نہ ہو تو صلح جائز نہ ہو گی۔ مثلاً احمد نے ایک گھر حامد سے کرایہ پر لیا اور پھر مدت اجارہ میں دونوں میں اختلاف پیدا ہوا، احمد نے کہا کہ میں نے سو درہم پر دو مہینے کے کرایہ پر دیا ہے اور حامد نے کہا کہ تم نے سو درہم پر تین مہینے کے کرایہ پر دیا ہے لیکن پھر باہم دونوں اس بات پر صلح کرلے کہ ڈھائی مہینے تک حامد کے پاس کرایہ پر رہے، تواس طرح جائز ہے۔ اگر اس طرح صلح کی کہ حامد تین مہینے تک گھر میں رہے لیکن کرایہ میں سے ایک درہم زیادہ کرے، تو بھی صلح جائز ہے۔ اور اگر اس طرح صلح کی کہ یہ گھر دو مہینے تک اجارہ پر رہے لیکن موجر اپنے دوسرے گھر میں سے ایک کمرہ دو مہینے تک مستاجر کو دے، تو یہ صلح بھی جائز ہے۔ اور اگر یوں صلح کی کہ مستاجر دو مہینہ تک اس گھر میں رہے اور موجر دوسرا گھر جو مجہول ہو، بھی دو مہینے کے لئے مستاجر کو دے گا، تو یوں صلح کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہاں زیادتی مجہول ہے۔

اسی طرح اگر صلح اس بات پر کی کہ موجر اپنی سواری مستاجر کو کسی معلوم مقام تک سواری کے لئے دے گا تو بھی جائز ہے۔ اگر مستاجر نے کہا کہ وہ تین مہینہ تک اس گھر میں رہے گا اور اس کا غلام ایک مہینہ موجر کی خدمت کرے گا، تو بھی جائز ہے۔ لیکن اگر مستاجر نے کسی معلوم گھر کی ایک مہینہ تک رہائش کی زیادتی کرلی، تو یہ جائز نہیں، اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر زیادتی مستاجر کی طرف سے ہو اور جس چیز کو اجارہ پر لیا ہے، زیادتی اس کی جنس سے ہو تو جائز نہیں، تو مستاجر کی طرف سے اس طرح کی زیادتی بھی جائز نہیں۔ [27]

سرقہ، غصب اور اکراہ سے صلح کرلینے کے بیان میں

مال مغصوب اگر ناقابل تقسیم چیز ہو تو اس کے نصف پر صلح کرنا جائز نہیں۔

مغصوب اگر ایسی چیز ہو جو ناقابل تقسیم ہو جیسے کوئی غلام یا باندی غصب کی گئی ہو یا کوئی جانور غصب کیا گیا ہو تو غاصب کے ساتھ اس کے نصف پر صلح کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، مغصوب چاہے حاضر ہو یا غائب، اور غاصب چاہے انکار کرے یا اقرار، صلح جائز نہیں ہو گی۔

اگر ایک شخص دو افراد سے کوئی چیز غصب کرے اور پھر اس کو ضائع کردے۔ پھر دونوں (مغصوب عنہ) میں سے کسی ایک نے اپنے حصے سے چند دراہم پر صلح کرکے قبضہ کرلیا، تو ایسا کرنا جائز ہے۔ [28]

غصب شدہ مال کے ضائع ہونے کی صورت میں اس کی قیمت سے کم پر صلح کرنا جائز ہے۔

ایک آدمی دوسرے سے ایک چیز غصب کرلیتا ہے جس کی قیمت دو سو درہم ہے۔ غصب کرنے کے بعد وہ چیز غاصب کے پاس ضائع ہو گئی اور شئ مغصوب کا مالک غاصب سے سو درہم پر صلح کرلیتا ہے، تو صلح جائز ہے۔ اور اگر بعد میں غاصب نے اس چیز کو پایا تو مالک آدھے میں غاصب کے ساتھ شریک ہو گا اور اگر شئ مغصوب، غاصب کے پاس موجود ہو اور مالک اس کے ساتھ سو درہم پر صلح کرلے، تو صلح جائز نہیں۔ [29]

بضاعت کے مال کے ضائع ہونے کی صورت میں صلح کرنا

ایک شخص نے دوسرے شخص کو کچھ مال بضاعت کے طور پر دی اور راستے میں راہزنوں نے اس کا مال اور مال بضاعت سب لوٹ لیا۔اب یہی شخص جس پر ڈاکہ پڑا ہے وہ اِن ڈاکوؤں سے صلح کرلیتا ہے۔اب جس پے ڈاکہ پڑا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مال سے صلح کی ہے اور بضاعت کا مالک کہتا ہے کہ تونے راہزنوں کے ساتھ میرے مال سے صلح کی ہے۔تو اگر رہزن، جس پر ڈاکہ پڑا ہے اس کو مال دیتے وقت یہ کہے کہ یہ اُس تمام مال کے عوض ہے جو میں نے تم سے چوری کی ہے، تو صاحب بضاعت کو بھی اس مال میں سے اس کے حصے کے بقدر ملے گا۔اگر رہزن یہ کہے کہ یہ مال میں خاص اُس مال کے بدلے دے رہا ہوں جس کا تونے مجھ پر دعویٰ کیا ہے تو چونکہ دعویٰ صرف اس کے ذاتی مال کا تھا تو صاحب بضاعت اُس بدل صلح میں شریک نہیں ہوگا۔اور اگر مغصوب عنہ نے اِس بات کو مبہم چھوڑا ہو اور یہ واضح نہیں کیا کہ وہ راہزن کے ساتھ اپنے مال سے یا مال بضاعت سے صلح کر رہا ہے، تو اب اگر ڈاکو حاضر ہوگا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے صلح میں کونسی رقم دی ہے، لیکن یہ اس صورت میں رہزن سے پوچھا جائے گا جب صلح تحریری نہ ہو۔اگر رہزن غائب ہو اور اُس کا ملنا مشکل ہو اور بضاعت لینے والا اور صاحب بضاعت دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ راہزن نے صلح کے وقت مال دیتے ہوئے کچھ بھی نہیں کہا تھا، تو بدل صلح میں دونوں کا حصہ ہوگا۔[30]

مروجہ قوانین کے فوجداری قوانین (CRPC) 1898 میں مذکور ہے:

(Robbery or dacoit, not bailable not compoundable)[31]

"راہزنی اور ڈاکہ، ناقابل ضمانت اور ناقابل صلح ہے"۔

تقابل

شرعی اور مروجہ دونوں قوانین میں راہزن کے ساتھ صلح کرنے میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔شرعی قوانین میں راہزن کے ساتھ صلح کیا جاسکتا ہے جبکہ مروجہ قوانین میں راہزنی اور ڈاکہ ناقابل صلح ہے۔

مکرہ (جس پر زبردستی کی گئی ہو) کی صلح جائز نہیں۔

مکرہ اس شخص کو کہتے ہیں جس پر کسی کام کے کرنے کے لئے زبردستی کی گئی ہو، ایسے شخص کی صلح جائز نہیں۔اگر دو افراد نے ایک شخص پر دعویٰ کیا اور مدعیٰ علیہ کو قاضی نے ایک کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کیا تو جس کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور کیا گیا ہے وہ صلح درست نہیں اور دوسرے کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے۔[32]

وضعی قوانین میں بھی صلح کے لیے کسی پر زبردستی نہیں کی جاسکتی، Family Court Act 1964 کے سیکشن 10 میں مذکور ہے:

(If so possible, the court may move compromise between the parties after submission of written statement).[33]

ترجمہ: اگر ممکن ہو تو عدالت تحریری بیان لینے کے بعد دونوں فریقین کے درمیان صلح کرائے گا۔

مکرہ کی صلح میں دونوں قوانین کا تقابل

مکرہ کی صلح کے بارے میں شرعی اور مروجہ قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے۔ صلح کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے اس لئے مکرہ (جس پر صلح کے لیے زبردستی کی گئی ہو)، اس کی صلح جائز نہیں۔

خون اور زخموں (قصاص و جروح) سے صلح کرنا۔

نفس اور مادون نفس پر (عمداً یا خطاء) جرم کرنے سے صلح کرنا جائز ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کو قتل کیا ہو چاہے عمداً کیا ہو یا غلطی سے ہوا ہو، یا اگر قتل نہ کیا ہو صرف ہاتھ یا پاؤں توڑ دیئے ہوں یا کوئی اور جسمانی نقصان دیا ہو تو ایسا قاتل یا جنایت کرنے والا صلح کر سکتا ہے اور یہ صلح کرنا جائز ہے۔ قاتل مقتول کے ورثاء سے صلح کر لے گا اور ان کو دیت دے گا۔ قتل عمد کی سزا قصاص ہے لیکن اگر مقتول کے ورثاء دیت پر راضی ہوں، تو جائز ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر قتل کیا ہو یا قتل سے کم جرم کیا ہو تو دیت سے زیادہ پر بھی صلح کرنا جائز ہے اور دیت کی رقم قاتل یا جانی ہی اسی وقت ادا کرے گا، قاتل کی برادری پر واجب نہ ہو گا۔[34]

پاکستان پینل کوڈ (PPC) 1860 میں دفعہ مذکورہ سے متعلق سیکشن 310 میں مذکور ہے:

Compounding of Qisās (Sulḥ) in qatl-e-ʿamad: (1) (In the case of qatl-e-ʿamad, an adult sane Wali may, at any time on accepting badl-e-sulḥ, compound his right of Qisās).[35]

ترجمہ: قتل عمد کی صورت میں قصاص سے صلح کرنا: قتل عمد کی صورت میں مقتول کا کوئی عاقل، بالغ ولی، اپنے حق قصاص سے بدل صلح کے عوض کسی بھی عوض صلح کر سکتا ہے۔

تقابل

صورت مذکورہ میں شرعی اور مروجہ قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے۔ جس طرح شرعی قوانین میں قتل عمد کے قصاص سے صلح کرنا جائز ہے، اسی طرح وضعی قوانین میں بھی قتل عمد کی صورت میں، مقتول کا ولی اپنے حق قصاص سے بدل کے عوض صلح کر سکتا ہے۔

ایک شخص نے کسی کو عمداً زخمی کیا پھر صلح کرنا چاہا، تو اگر زخم کا اثر باقی ہے تو صلح جائز ہے اور اگر زخم کا اثر بالکل باقی نہ رہا ہو تو صلح باطل ہے۔

اگر ایک شخص دوسرے کو جان بوجھ کر زخمی کرتا ہے پھر صلح کرنا چاہے، تو اس صورت میں صلح جائز ہے جب زخم ایسا ٹھیک ہو گیا ہو کہ اس کا کچھ اثر باقی رہا ہو، اور اگر زخم ایسا ٹھیک ہوا ہو کہ اس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا ہو تو صلح باطل ہو گی۔ اگر وہ زخمی شخص اس زخم کے لگنے سے مر جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صلح باطل ہو جائے گی لیکن دیت باقی رہے گی، اور صاحبین کے نزدیک صلح باطل نہیں ہو گی۔ اگر ایک شخص نے کسی کے سر پر ایسا زخم لگایا کہ اس میں ہڈی نظر آنے لگی پھر صلح کرنے کی خاطر کسی کو وکیل بنایا تا کہ

زخمی شخص سے اس کے سر کے زخم سے لے کر نفس کے ضائع ہونے تک صلح کر لے، پھر وہ شخص مر گیا تو وہ صلح نفس سے قرار دی جائے گی اور اگر زخم ٹھیک ہو گیا تو بدل صلح کے مال کے دس حصوں میں سے ساڑھے نو حصے اس شخص کو دینے ہوں گے اور باقی آدھا حصہ جس شخص کے زخم لگا ہے، وہ واپس کر دے گا۔ [36]

اگر ایک شخص نے کسی کو غلطی سے زخمی کیا اور زخم لگانے والا شخص قریب المرگ ہو تو اس کی صلح اس کے تہائی مال سے کی جائے گی

اگر ایک شخص غلطی سے کسی کو زخمی کر دے، اور پھر اس زخمی شخص سے صلح کرتا ہے اور صلح کرنے والا شخص مرض الموت میں ہے تو بدل صلح اس کے دو تہائی مال سے ٹھیک ہو گی اس لئے کہ ایک آدمی اپنے مال سے صرف دو تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے زیادہ کی نہیں، تو اگر بدل صلح تہائی مال سے ادا ہو سکتا ہو، تو صلح جائز ہے۔۔ [37]

اسی طرح اگر ایک شخص نے عمداً کسی کا خون بہایا اور پھر صلح کرنا چاہتا ہے اور موت کا مرض بھی لاحق ہے اور ایک ہزار درہم نقد دینے پر صلح کر لیتا ہے پھر صلح کرنے کے بعد کہتا ہے کہ ہزار درہم میں آپ کو ایک سال کے تاخیر سے دوں گا، تو اگر بدل صلح کل مال کے تہائی مال میں سے ہو تو تاخیر جائز ہے ورنہ نہیں۔ اگر ایک شخص نے عمدا یا خطاء کسی کی انگلی کاٹی اور کچھ مال سے صلح کر لی، پھر اس کے ساتھ والی انگلی بھی کٹ گئی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس انگلی کی الگ دیت بھی لازم آئے گی جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اگر مقتول شخص کے دو بیٹے ہیں اور دونوں میں سے ایک اپنے حصے سے قاتل سے صلح کرنا چاہے، تو جائز ہے۔

اگر ایک شخص قتل ہوا اور اس مقتول کے دو بیٹے ہیں، اب قاتل جو دیت ادا کرے گا وہ ان دونوں میں برابر تقسیم ہو گا، لیکن دونوں میں سے ایک بیٹے نے اپنے حصے سے چند دراہم پر قاتل سے صلح کر لی، تو صلح جائز ہے اور دوسرے بھائی کو اس میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا اس لئے اس میں شرکت کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر مقتول خطاء قتل ہوا تھا اور دونوں بیٹوں میں سے ایک اپنے حصہ سے صلح کر لیتا ہے تو دوسرے بھائی کو اس مال صلح میں شرکت کا اختیار ہے، اور جس نے صلح کی ہے اگر وہ چاہے کہ اپنے بھائی کو دیت کا چوتھائی حصہ دے دے، تو دے سکتا ہے۔ [38]

قتل عمد سے کسی گھر میں مدت معلوم کے سکنیٰ پر یا کسی غلام سے معلوم مدت تک خدمت لینے پر صلح کی تو جائز ہے۔

اگر کسی نے قتل عمد کیا پھر قاتل مقتول کے ورثاء سے کسی گھر میں ایک سال تک رہنے یا کسی غلام سے معلوم مدت تک خدمت لینے پر صلح کر لیتا ہے تو صلح جائز ہے۔ لیکن اگر یوں صلح کر لے کہ ہمیشہ کے لیے اس گھر میں رہے گا یا ہمیشہ کے لیے یہ غلام اس کی خدمت کرے گا تو جائز نہیں۔ اور اگر قاتل اپنے باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے، اس پر صلح کر لے یا اس طرح صلح کرے کہ اس درخت سے جو پھل پیدا ہو وہ مقتول کے ورثاء کو دے گا، چاہے مدت کا بھی تعین کر دے تو یہ صلح جائز نہیں۔ لیکن اگر یوں کہے کہ جو کچھ بکریوں کے

پیٹ میں ہے یا ان بکریوں کے تھنوں میں ہے یا کھجور کے درخت پر دس سالوں میں جو پھل پیدا ہو اس پر مجھ سے صلح کر لے تو ایسا کر سکتا ہے اور قاتل پر دیت نہیں آئے گی۔[39]

(P.P.C) 1860 سیکشن310،(2) میں مذکور ہے:

(2) (The value of Badl-e- sulah shall not be less than the value of diyyat).[40]

"بدل صلح کی مالیت، دیت کے مالیت سے کم نہ ہو گی"۔

تقابل:

صورت مذکورہ میں شرعی اور مروجہ دونوں قوانین میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں بدل صلح کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کی مالیت دیت سے کم یا زیادہ ہے، اس لئے کہ اگر قاتل مقتول کے ورثاء سے کسی معلوم گھر میں کچھ عرصہ رہائش پر یا ایک معلوم غلام کی چند مہینے خدمت لینے پر صلح کر لے، تو جائز ہے اگر چہ اس گھر کا کرایہ اور اس غلام کی خدمت کا اجرت دیت سے کم ہو۔ جب کہ وضعی قوانین میں بدل صلح کی مالیت، دیت کے مالیت سے کم نہیں ہو گی۔

اگر قتل عمد میں مقتول کے ولی سے قاتل کے علاوہ کسی تیسرے شخص نے چند دراہم پر صلح کر لی لیکن ذمہ داری نہیں لی، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

ایک شخص نے عمداً کسی دوسرے کو قتل کیا پھر مقتول کے ورثاء سے قاتل کے علاوہ کسی فرد نے ہزار درہم پر صلح کر لی لیکن ضامن نہیں ہوتا تو چونکہ اس نے ذمہ داری نہیں لی تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہو گا اور اگر قاتل خود اس شخص کو صلح کرنے کے لیے وکیل بناتا ہے، تو پھر بدل صلح قاتل ادا کرے گا۔[41]

ایک غلام نے کسی شخص کو عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں اور غلام کا مالک ان دو ولیوں میں سے کسی ایک ولی سے اس قاتل غلام کو ولی کے حوالے کرنے پر صلح کر لیتا ہے، تو ایسی صلح جائز ہے اور اس ولی سے کہا جائے گا جس کو غلام ملا ہے کہ دوسرا ولی آدھا غلام دے دے یا نصف دیت دے دے، لیکن یہ اس شرط پر ہے کہ غلام اس مصالح کا ہی رہے گا۔ اگر قاتل غلام کے علاوہ کسی دوسرے غلام پر صلح کی تو دوسرے ولی کا اس میں کوئی حق نہیں ہو گا۔ اگر قاتل غلام کے نصف پہ صلح ہوئی ہو تو صلح جائز ہے اور غلام اپنے مالک اور صلح کرنے والے کے درمیان نصف نصف رہے گا۔

(Pakistan Penal Code) 1860 سیکشن 310،(2) میں مذکور ہے:

(2) (The value of Badl-e- sulah shall not be less than the value of diyyat).[42]

"بدل صلح کی مالیت دیت کے مالیت سے کم نہ ہو گی"۔

تقابل:

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں فرق پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں بدل صلح میں یہ شرط نہیں کہ اس کی مالیت دیت سے کم

یا زیادہ ہو،اس لئے اگر قاتل مقتول کے ورثاء سے کسی معین گھر میں کچھ عرصہ رہائش پر یا ایک معلوم غلام کی چند مہینے خدمت پر صلح کر لے، تو جائز ہے اگرچہ گھر کا کرایہ یا غلام کی خدمت کا اجرت، دیت سے کم ہو۔جب کہ مروجہ قوانین میں بدل صلح کی مالیت، دیت سے کم نہیں ہوگی۔

نتائج:

مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاتے ہیں۔

1. صلح سے متعلق زیادہ تر احکامات میں شرعی اور مروجہ قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے۔
2. صلح سے متعلق سارے وضعی قوانین کو فقہی پیرائے پر دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ جو کمی ان میں موجود ہے، ان کو پورا کیا جائے۔
3. صلح سے متعلق جن مسائل میں شرعی اور مروجہ دونوں قوانین کے درمیان عدم مطابقت موجود ہے،اس کو دور کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل سے سفارشات تیار کروا کر ان سفارشات کی روشنی میں اس تضاد کو دور کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] معجم الوسیط، مجمع اللغۃ العربیہ، ج۱، ص۵۲۰، دار الدعوہ، قاھرہ، مصر۔
Muʿjam al Waseet,Majmaʿ al Lughat al Arabia, Egypt, p. 520.

[2] ابن عابدین محمد امین بن عمر عابدین دمشقی، رد المختار علی الدر المختار، کتاب الصلح، دار الفکر، بیروت، طبعہ ثانیہ، ۱۴۱۲ھ۔ج ۵، ص۶۲۸
Ibn ʿabdīn Shāmi, Raddul Mukhtār ala dur al mukhtār, kitab ul sulḥ, Dār ul Fikar, Beirut. v. 5, p. 628.

[3] سورہ حجرات، آیت: ۱۰
Surah Ḥujrāt:10

[4] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، مکتبہ عصریہ، بیروت۔ کتاب القضاء، ج ۳، ص۳۰۴، حدیث رقم: ۳۵۹۴
Abu Dawood, Suleman bin Ashʿas, Sunan abu Dawood, Kitab ul qaza, Maktaba ʿasreya, Beirut. v-3, p. 304, Hadith no-3594,

[5] CRPC 1898,Shedule-02, coloum-06

[6] أبو بکر بن مسعود بن أحمد حنفی، البدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، طبعہ ثانیہ، بیروت، 1406ھ۔ کتاب الصلح، ج ۶، ص۱۱۔
abu bakar bin Masʿūd Ḥanafi, al badāiʿ al sanāiʿ, Dar ul kutub al ʿilmiya, Beirut, 1406H. kitāb ul sulḥ, vol. 6, p. 11,

[7] THE CONTRACT ACT,1872,SECTION-2,Sub Clause a,b,c

[8] الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلح، ج ۴، ص۲۲۹

Al Fatāwa al hindiya, kitāb ul sulḥ, vol. 4, p. 229

[9] ردالمختار علی الدر المختار، کتاب الصلح، ج ۵، ص ۵۸۰

Raddul Mukhtār ala dur al mukhtār, vol. 5, p. 580

[10] THE CONTRACT ACT 1872,SECTION-11

[11] الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلح، ج ۴، ص ۲۲۹

Al Fatāwa al hindiya, kitāb ul sulḥ, vol. 4, p. 228

[12] THE CONTRACT ACT 1872,SECTION-12

[13] الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلح، ج ۴، ص ۲۳۰

Al Fatāwa al hindiya, kitāb ul sulḥ, vol. 4, p. 230

[14] ایضاً۔

Ibid.

[15] فرید الدین عالم بن العلاء دہلوی، فتاویٰ تاتار خانیہ، مکتبہ زکریا دیوبند، ہندوستان، طبعہ اولی، ۱۴۳۱ھ۔ ج ۱۴، ص ۳۲۶.

Farīd uddin ibn Alam ʿalaʾ, Fatāwa Tātārkhāniya, Maktaba Zakariya, Iindia,1431H. vol. 14, p. 326.

[16] CRIMINAL PROCEDURE CODE 1898, Schedule 2. Column-6

[17] المرغینانی، محمد بن ابی بکر، ہدایہ، کتاب الصلح، ج ۳، ص ۲۵۱

Al Marghināni, Muhammad bin abi Bakr, Al Hidāya, kitāb ul sulḥ, vol. 3, p. 251

[18] المحیط البرہانی فی فقہ النعمانی، ج ۱۷، ص ۳۳۰

Al Muḥīt al Burhāni, vol. 17, p. 330.

[19] THE WEST PAKISTAN FAMILY COURT ACT, 1964, SECTION-10

[20] سرخسی، المبسوط، ج ۲۱، ص ۵۷

Imām Sarakhsi, Al Mabsūt, vol. 21, p. 57.

[21] فتاویٰ تاتار خانیہ، ج ۱۴، ص ۲۶۹

Farīd uddin ibn Alam ʿalaʾ, Fatāwa Tātārkhāniya, vol. 14, p. 269

[22] فتاویٰ قاضی خان، ج ۲، ص ۵۷۳

Fatāwa Qāzi Khan, vol. 2, p. 573

[23] CPC 1898 Schedule 02 Section 406

[24] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱۷، ص ۳۱۳

Al Muḥīt al Burhāni fil fiqh al Nuʿmāni, vol. 17, p. 313.

[25] المبسوط للسرخسی، ج ۱۴، ص ۱۲۵

Imām Sarakhsi, Al Mabsūt, vol. 14, p. 125.

[26] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱۷، ص ۳۱۸

Al Muḥīt al Burhāni fil fiqh al Nuʿmāni, vol. 17, p. 318.

[27] المبسوط للسرخسی، ج۱۴، ص۱۲۵

Imām Sarakhsi, Al Mabsūt, vol. 14, p. 125.

[28] الفتاوی الھندیۃ، ج۴، ص۲۴۳

Al Fatāwa al hindiya, kitāb ul sulḥ, vol. 4, p. 243

[29] فتاویٰ تاتارخانیہ، ج۱۴، ص۲۵٦

Farīd uddin ibn Alam ʿalaʾ, Fatāwa Tātārkhāniya, vol. 14, p. 256

[30] فتاویٰ قاضیخان، ج۲، ص۵۷۵

Fatāwa Qāzi Khan, vol. 2, p. 575

[31] CRPC 1898 Schedule 02 Section 406

[32] المبسوط لامام سرخسی، ج۲۰، ص۱۳۸

Imām Sarakhsi, Al Mabsūt, vol. 20, p. 138.

[33] THE FAMILY COURT ACT 1964 SECTION 1, SUB SECTION 3

[34] فتاویٰ قاضیخان، ج۲، ص۵۷۵

Fatāwa Qāzi Khan, vol. 2, p. 575

[35] PAKISTAN PENAL CODE (PPC) 1860 SECTION 310

[36] البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج٦، ص۵۵

abu bakar bin Masʿūd Ḥanafi, al badāiʿ al sanāiʿ, vol. 6, p. 55

[37] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج۱۷، ص۴۱۹

Al Muḥīt al Burhāni fil fiqh al Nuʿmāni, vol. 17, p. 419

[38] فتاویٰ تاتارخانیہ، ج۱۴، ص۳۲۷

Farīd uddin ibn Alam ʿalaʾ, Fatāwa Tātārkhāniya, vol. 14, p. 327

[39] ایضاً۔

Ibid.

[40] PAKISTAN PENAL CODE (PPC)1860 SECTION 310(2)

[41] المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج۱۷، ص۴۲۰

Al Muḥīt al Burhāni fil fiqh al Nuʿmāni, vol. 17, p. 420

[42] PAKISTAN PENAL CODE (PPC)1860 SECTION 310(2)